ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

"تعلیم کا فن" از ملک حسن اختر: تجزیاتی مطالعہ

"Taleem ka Fun" by Malik Hassan Akhtar: Analytical Study

***ڈاکٹر فوزیہ شہزادی**
اسسٹنٹ پروفیسر (وزیٹنگ)، ڈویژن آف ایجوکیشن، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور
**** محمد جاوید اقبال**
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تعلیم، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور
*****ڈاکٹر محمد امجد عابد**
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract:
Malik Hassan Akhter has participated in promoting variety of literary techniques including Research, Criticism, Play writing and Editing. Urdu literature history is as well one of his informative achievements. Along with these attributes, teaching is professional competency of Malik Hassan Akhtar. He has in depth knowledge regarding issues and trends in Education with a remedial measures and strategic vision. His books on Education are a treasure of knowledge and understanding. In this article the scholar has analyzed his book on Education تعلیم کا فن. In which Problems and issues in Education have been discussed.

Key words: Malik Hassan Akhtar, Education, Art, Teaching, Exams, Discipline, Curriculum, Teaching Method, Objectives, School, Literacy

کلیدی الفاظ: ملک حسن اختر، تعلیم، فن، تدریس، امتحانات، نظم وضبط، نصاب، طریقہ تعلیم، مقاصد، مدرسہ، خواندگی

ملک حسن اختر کو محقق، نقاد اور ماہر اقبال سمجھ لینے سے ان کی شخصیت مکمل نہیں ہوتی بلکہ ان کے فن کا دائرہ کار بہت پھیلا ہوا ہے۔ جن میں ترتیب و تدوین اور تدریسی خدمات کو بھی ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ ملک حسن اختر کی متفرق ادبی جہات میں تدریسی شعبے سے متعلق تصنیف "تعلیم کا فن" شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے "دیوان غالب"، "انتخاب دیوان فانی"، محمد خاں اشرف کا شعری مجموعہ "درد کا سورج"، "فسانہ آزاد"، "اندر سبھا" اور "The improvement of Libraries" جیسی تصانیف مرتب کی ہیں۔

تعلیم کسی بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی کے لیے ناگزیر گردانی جاتی ہے۔ اس کے بغیر نہ تو امن و سکون کا خواب تکمیل پذیر ہوتا ہے اور نہ ہی نظم وضبط کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ تعلیم کردار کی تکمیل اور بیداری کا دوسرا نام ہے۔ تعلیمی نظام کی اصلاح اور ترقی کے لیے معلم کا کردار مثبت ہونا چاہیے۔

ملک حسن اختر کی کتاب "تعلیم کا فن" کو ان کی تدریسی خدمات میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ یہ کتاب ماہرین تعلیم کے لیے ایک رول ماڈل کا درجہ رکھتی ہے۔ کیوں کہ اس کتاب میں تعلیم کی اہمیت اور تعلیمی مسائل پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی امتحانات، نظم وضبط، ذہنی و جسمانی صحت، نصاب اور طریقۂ تعلیم کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ کتاب کو مکتبہ عالیہ لاہور نے 1979ء میں شائع کیا۔ اس کتاب کا پہلا باب تعلیم کی اہمیت سے متعلق ہے۔ جس میں فرشتوں پر حضرت آدم کی برتری اور احادیث نبوی ﷺ کے حوالے دیے گئے ہیں۔ عظیم مفکر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی نظم "خطاب بہ جوانانِ اسلام" نے مسلمانوں میں تعلیمی جذبے کو پروان چڑھایا ہے۔ اقبال کے بعد مولانا حالی کا ایک شعر بھی درج کیا گیا ہے جسے حکمت کو مومن کی گمشدہ میراث سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں اس میں سر سید احمد خاں کی تعلیمی خدمات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں علی گڑھ کالج اور یونیورسٹی کے مقام کو سراہا گیا ہے۔ نظام تعلیم کی اصلاح ضروری ہے کیوں کہ اس سے ملکی ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتا ہے۔ ملک حسن اختر نظام تعلیم کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

"اگر کسی ملک کا نظامِ تعلیم درست اور صحیح انداز پر چل رہا ہو تو وہ ملک بہت جلد ایک زبردست قوت بن جاتا ہے۔" ۱

جیمز مل لوگوں میں اختلافات کی بڑی وجہ تعلیم کو قرار دیتا ہے۔ ملک حسن اختر نے جیمز مل کے نظریات کی اہمیت اجاگر کروائی ہے۔ روس ایک خاص وقت تک سائنسی میدان میں جو پیش قدمی کر چکا تھا مغربی ممالک نہ صرف اس کے نظام تعلیم سے متاثر ہوئے بل کہ اپنی ترقی کے لیے اسے لازمی قرار دیا۔ مصنف اس کتاب میں روسی ٹیکنالوجی اور اس کے نظام تعلیم کو سرفہرست قرار دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ہربرٹ ریڈ کا نظریہ بھی پیش کیا ہے۔ ہربرٹ ریڈ جنگی بچاؤ کے لیے تعلیم کو لازم قرار دیتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین کا وہ قول بھی اس کتاب میں شامل ہے جس میں یہ باور کروایا گیا ہے کہ ابھی تک ہمارے پاس نظام تعلیم ہی موجود نہیں ہے۔ ملک حسن اختر ناقص تعلیم کا ذمہ دار ان لوگوں کو ٹھہراتے ہیں جو خود تعلیم کے بنیادی تقاضوں سے محروم ہیں۔ اس کتاب کا باب اول زیادہ تر دوسرے مفکروں کے دلائل پر مشتمل ہے۔ مصنفین کی آرا اس میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ باب صرف تعلیم کی اہمیت تک ہی محدود ہے۔

باب دوم کا عنوان "تعلیم کے مقاصد" ہے۔ تعلیمی مقاصد کے تعین کے بغیر ہمیں منزل تک رسائی حاصل کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ تعلیمی منصوبہ بندی میں مقاصد جتنے مضبوط ہوں گے تعلیمی عمل بھی اتنا ہی دیرپا اور کام یاب ثابت ہو گا۔ تعلیمی نظام کسی بھی ملک کا ہو اس کا بنیادی مقصد اچھے شہری بنانا ہے۔ ڈاکٹر حسن اختر نے تعلیمی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے افلاطون اور ارسطو کے نظام تعلیم اور اصلاحات کا بھی ذکر کیا ہے جن کا مقصد فلسفی پیدا کرنا یا اچھے شہری پیدا کرنا تھا۔ روسی کونٹی لین نے بھی افلاطون کی طرح حکومت کا حق ایک مخصوص گروہ کو دیا۔ لیکن یہ لوگ خطابت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس کے بعد امریکی کمیونزم اور جاپان میں شہنشاہت کے مقاصد کو بھی سامنے لاتے ہیں۔ پاکستان کا تعلیمی نظام ابھی تک انگریزوں کا نافذ کردہ ہے جس کا خاتمہ انتہائی ضروری ہے۔ ملک حسن اختر پاکستان میں تعلیم کا بڑا مقصد اچھے مسلمان پیدا کرنا قرار دیتے ہیں۔ کیوں کہ اچھا مسلمان ہونے سے اپنی ذمے داریوں کا احساس خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ باب دوم میں مصنف پاکستان کے نظام تعلیم کی حوصلہ شکنی کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

"ہمارا نظام تعلیم ہمیں اس قابل نہیں بناتا کہ ہم ظالموں سے ٹکرا جائیں اور مظلوموں کے حامی بن جائیں۔" ۲

انگریزوں کی تقلید سے چھٹکارہ ہمارے لیے نہایت ضروری ہے۔ ملک حسن اختر تعلیم کا سب سے بڑا مقصد طلباء میں سچائی کا جذبہ پیدا کرنا قرار دیتے ہیں اس سے جستجو اور تحقیق کا جذبہ جنم لے گا۔ کوشش کی جائے کہ بچے میں یہ جذبہ کسی طرح بھی مفقود نہ ہو۔ اس کے علاوہ وہ تعلیم کو احساس و بیداری کے لیے لازم قرار دیتے ہیں۔ تعلیم کا مقصد جرأت اور بردباری پیدا کرنا بھی ہے۔ اس کے بغیر وہ حقائق سے دور رہتے ہیں۔ اس بارے میں وہ یوں رقم طراز ہیں۔

"ہماری تعلیم کا مقصد بچوں میں جرأت اور بردباری کی صفات کا پیدا کرنا بھی ہونا چاہیے۔" ۳

تعلیم کے ساتھ ساتھ بچے کی صحت بھی نہایت ضروری ہے کیوں کہ صحت مند جسم ہی نیکی کا پرچار کرنے میں زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔ اسی لیے ملک حسن اختر بھی نظام تعلیم کی کام یابی کے لیے بچوں کی صحت پر توجہ دینے کے حق میں ہیں۔ ان کے خیال میں بچوں کے رویے کو سائنسی بنانا بہت ضروری ہے۔ یہ بھی تعلیم کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ سائنس کی بہ دولت ہی انسان کائنات کو تسخیر کرنے میں کام یاب ہوا ہے۔ تعلیمی مقاصد میں اس بات کا خیال بھی رکھا جائے کہ بچے جن صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں ان کو جلا دی جائے تو یقیناً ایک اچھا نظام تعلیم سامنے آئے گا جس کے حامی ملک حسن اختر بھی ہیں۔ اس کے لیے ایک استاد کا فن کار کی مانند ہونا بہت ضروری ہے۔ ہمارے معاشرے میں انسانوں پر جو ظلم و ستم ڈھائے جاتے ہیں ان کے خاتمے کے لیے معاشرے میں انسانی رویوں میں تبدیلی ضروری ہے۔ حسن اختر تعلیم کا ایک مقصد معاشرے میں ایسے انسان کی پیدائش قرار دیتے ہیں جو اس کے لیے مفید ثابت ہو۔ انگریزی کے وضع کردہ نظام کے بھی مصنف سخت مخالف ہیں کیوں کہ یہ تعلیم انسانوں کے لیے بے کار ثابت ہو رہی ہے۔ اس باب کے آخر میں ملک حسن اختر نظام تعلیم کی تبدیلیوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ یہ جدید نصاب بھی وہ نتائج حاصل نہیں کر پاتا جن کو مدنظر رکھ کر یہ تیار کیا جاتا ہے۔ تعلیم کے مقاصد کو بیان کرنے کے بعد وہ اس کی بہتری کے لیے بھی آرا دیتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ یوں لکھتے ہیں۔

"اگر ہم انتظامی ڈھانچے، اساتذہ کے معیار، طریقہ تدریس اور نصاب ان سب کو اپنے مقاصد کے مطابق نہیں ڈھالتے تو ہمارا نظام تعلیم مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔" ۴

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

ملک حسن اختر نے تعلیمی ترقی کے لیے جن مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ وہ کسی حد تک تو صحیح تصور کیے جاتے ہیں مگر بعض مقاصد ایسے ہیں جن پر انھوں نے بالکل بھی توجہ نہیں دی۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک چیدہ چیدہ مقاصد ہی تعلیمی منصوبہ بندی کے لیے لازم ہیں۔ باب کے آخر میں جو آرا دی گئی ہیں اس پر عمل کر کے تعلیمی خامیوں کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

باب سوم کا عنوان "گھر اور مدرسہ" ہے۔ جس کی ابتدا ماں کی تربیت سے ہوتی ہے۔ ماں کی تعلیم نہایت ضروری ہے۔ بہترین مائیں ہی قوم کو تیار کرنے میں اہم درجہ رکھتی ہیں۔ ان کے خیال میں بچے کی نشو و نما اس طرح کی جائے کہ وہ خوف کی فضا سے باہر نکل آئے۔ اکثر والدین اپنے بچوں کو بلی اور کتے سے ڈراتے ہیں۔ اس سے بچوں میں کو خوف کا جذبہ جنم لیتا ہے۔ اور وہ پوری زندگی بچے کی ذات کا حصہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا بچے کی حوصلہ افزائی بہت ضروری ہے۔

ملک حسن اختر اقبال کے شعر کی رو سے بچوں میں آدابِ فرزندی پیدا کرنے کے خواہاں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ والدین کی طرف سے شفقت اور محبت کو بچے کی تربیت کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔ والدین بچے کو جھوٹ سے کنارہ کشی اور سچائی کا دامن تھامنے پر زور دیں۔ ملک حسن اختر مضامین کے چناؤ کو بچوں کی صوابدید پر چھوڑنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ والدین کو بچوں کی غیر نصابی سرگرمیوں میں مداخلت سے گریز کرنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ بچے کی تعلیم میں گھر، سکول اور مدرسے کا کردار بڑا نمایاں ہے کیوں کہ بچوں میں مقابلہ و مسابقت کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ لہٰذا ملک حسن اختر مدرسے کی تعلیم کو بچے کے لیے سب سے اہم قرار دیتے ہیں۔ نیز اساتذہ کے کردار کو مثبت دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر اس طرح ہو جائے تو بچے میں احساس کمتری پیدا نہیں ہوتی اور وہ اپنی تمام تر توجہ تعلیم پر مرکوز کر لیتا ہے۔ سب سے اہم مسئلہ چھوٹے بچوں کو سکول میں داخل کروانے کے وقت پیش آتا ہے۔ چھوٹی عمر میں بچوں کو داخلہ کروانے سے تعلیم کا عمل آگے بڑھنے کی بجائے رک جاتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ بچوں میں سکول کا خوف اور نصاب کی دشواری ہے۔ اس لیے ملک حسن اختر بچوں کے لیے داخلے کی عمر پانچ سال مقرر کرتے ہیں۔ بچے کو کہانی سننے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ کہانیوں سے بچے میں تخیل پروان چڑھتا ہے اور وہ تعمیری کام کی طرف زیادہ توجہ دیتا ہے۔ لہٰذا وہ بچوں کو تخریب کاری سے روکنے پر زور دیتے ہیں کیوں کہ بچے تعمیری صلاحیتوں کے برعکس تخریبی صلاحیتوں کی طرف جلد راغب ہو جاتے ہیں۔ اساتذہ اور والدین کا رابطہ جتنا زیادہ ہو گا اتنا ہی وہ بچے کے بارے میں مسائل سے آگاہ ہوں گے۔ ملک حسن اختر اس بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> "والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کو سکول بھیجنے سے پہلے اچھی تربیت دیں۔۔۔ انھیں چاہیے کہ وہ اساتذہ سے رابطہ قائم رکھیں اور بچے کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہیں۔" ۵

نرسری تعلیم چوں کہ انگریزی میں ہے اس کی وجہ سے بھی بچے سکول سے باغی ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ملک حسن اختر کے خیال میں نرسری سکول میں ذریعہ تعلیم انگریزی کی بجائے اردو ہونا چاہیے۔ تاکہ بچے مادری زبان کے ذریعے ابتدائی مراحل طے کر سکیں۔ بچے کو سزا دینے کے بارے میں ان کا موقف یہ ہے کہ سزا لازمی ہی نہیں ہے کہ ڈنڈے سے دی جائے بل کہ اسے کلاس میں تھوڑی دیر کے لیے کھڑا بھی کیا جا سکتا ہے۔ بچوں کے نزدیک استاد کی حیثیت ایک لیڈر جیسی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ملک حسن اختر اساتذہ سے یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ بچوں کے ہر سوال کا جواب دیں اور اس کے لیے اساتذہ مثالوں کو بھی بیان کر سکتے ہیں۔ ہم نصابی سرگرمیوں کے سلسلے میں بچوں کو زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کیے جائیں۔ ملک حسن اختر گراؤنڈ کے حق میں دلائل دیتے ہیں کہ جہاں اساتذہ اور بچے کھیل رہے ہوتے ہیں۔ وہاں دوسرے بچے بھی کھیلنا شروع کر دیں تو اس سے محبت اور یگانگت کو فروغ ملے گا۔

"تعلیم کا فن" کا باب چہارم 'نصاب اور طریق تعلیم' سے متعلق ہے۔ اس باب کے آغاز میں حسن اختر انگریزی اور دیگر زبانوں کی نسبت اردو کو بہتر تصور کرتے ہیں۔ انگریزی کا بوجھ بچے برداشت نہیں کر سکتے۔ زبان کلچر کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انگریزی کے نافذ العمل ہونے سے انگریزی کلچر کو بھی فروغ ملے گا اور یہ ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو گا۔ اسی لیے وہ انگریزی ذریعہ تعلیم کے مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک انگریزی سکول میں صفائی کا تو خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ مگر تعلیمی سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں۔ چھوٹے بچوں کے لیے نصاب ایسا ہو جو ان کی آئندہ زندگی میں بھی مثبت ثابت ہو۔ اس کے لیے انھوں نے پرائمری کی سطح پر نصاب میں کچھ تجاویز شامل کرنے پر زور دیا ہے۔ وہ امدادی کتب کے سخت مخالف ہیں۔ وہ اس لیے ان کی بجائے اصل کتابیں پڑھنے پر زور دیتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

ملک حسن اختر کے خیال میں نظام تعلیم ایسا ہونا چاہیے جو سائنس اور ٹیکنالوجی کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ علم و فن کا بھی پرچار کرے۔ امتحانات نظامِ تعلیم کو کسوٹی پر پرکھنے کا نام ہے۔ ہمارے ہاں امتحانی نظام میں شفافیت نہیں ہے۔ ملک حسن اختر ایسے امتحانات کے سخت مخالف ہیں جس میں والدین بھی غلط ذرائع کا انتخاب کر لیتے ہیں جو تعلیمی نظام پر ایک بڑا دھبہ ہے۔ اس سے چھٹکارہ لازمی ہے۔

اس کتاب کے پانچویں باب کا نام امتحانات ہے۔ اس میں زیادہ تر مسائل وہی ہیں جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ اسی بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ جعلی ڈگریوں اور ناجائز ذرائع کا ذکر کرتے ہیں۔ چوں کہ یونیورسٹیاں اور بورڈ پوری طرح ناکام ہو چکے ہیں اس کی بڑی وجہ عملے کی بد عنوانیاں ہیں۔ امتحانی عملے کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ نگران عملہ کا معاوضہ کم ہونے کی بنا پر امتحانی نظام تباہ ہو رہا ہے۔ سپرنٹنڈنٹ بھی اس میں برابر کے شریک ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ کی ذمہ داری کے بارے میں وہ یوں لکھتے ہیں:

"جو سپرنٹنڈنٹ دیانت داری سے کام کریں ان کی جان خطرہ میں ہوتی ہے۔"٦

ملک حسن اختر ملک میں نافذ داخلی اور خارجی امتحانی نظام کی خامیاں بھی اجاگر کرتے ہیں۔ نگران عملے کی رہائش کا بندوبست سربراہ کو کرنا چاہیے کیوں کہ عملے کا معاوضہ اتنا کم ہوتا ہے کہ وہ کسی اچھے ہاسٹل میں قیام پذیر نہیں ہو سکتے اس لیے وہ اپنے فرائض سے غفلت برتتے ہیں۔ ملک حسن اختر کے نزدیک اگر اس عملے کو رہنے کی تمام سہولیات مہیا کی جائیں تو وہ اپنی ڈیوٹی صحیح طرح سے انجام دے سکیں گے۔ ہمارے تعلیمی نظام میں پرچوں کی ترسیل بھی ایک بڑا مسئلہ ہے جن دور دراز علاقوں میں ریلوے کی سہولیات کا فقدان ہے وہاں پوسٹ آفس کا سہارا لیا جاتا ہے۔ جہاں سے پرچے آؤٹ ہو جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ ملک حسن اختر طلبا میں رٹے کا سارا ذمے دار اساتذہ کو قرار دیتے ہیں۔ امتحانات میں ہونے والی بد عنوانی کا مورد الزام وہ محکمہ تعلیم کے افسران کو بھی ٹھہراتے ہیں جن کی بہ دولت امتحانی عملہ بد عنوانی کا مرتکب ہوتا ہے۔ باب کے آخر میں ملک حسن اختر اساتذہ کو قصوروار ٹھہراتے ہیں کہ ان کا کردار منفی ہے۔ وہ بچوں کو نوٹس دیتے ہیں جس سے رٹے بازی کا عمل جنم لیتا ہے۔ بچے کتابوں اور متعلقہ موضوع سے دور ہو جاتے ہیں۔ دوسری اہم بات ان کے خیال میں اساتذہ کا علم محدود ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے طلبا کو بہتر تعلیم فراہم نہیں ہو سکتی۔

اگلے باب میں نظم وضبط کا ذکر کیا گیا ہے۔ ادارے کی کامیابی کے لیے نظم وضبط کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ملک حسن اختر نظم وضبط میں پیش آنے والے مسائل کا ذکر کرتے ہیں لیکن خوش گوار ماحول میں اس کا حل بھی چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ اساتذہ کے رویے کو سامنے لاتے ہیں کہ اساتذہ کرام ڈنڈے کے زور پر بچوں کو خوف زدہ کر کے نظم وضبط کا جو دعوی کرتے ہیں۔ وہ ہر طرح سے اکارت ثابت ہوتا ہے۔ ایسے سلوک سے بچے خوف میں تو مبتلا ہو سکتے ہیں مگر اساتذہ کی عزت نہیں کریں گے۔ ان کے دل میں تعلیم کا کردار ایک درندہ صفت انسان جیسا ہو گا۔ اساتذہ جب دلیل اور ترغیب سے کام لینے کی بجائے اپنی مرضی مسلط کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی نتائج تبدیل ہو جاتے ہیں۔ سیکنڈری جماعتوں کے اساتذہ اگر نظم وضبط کے لیے ڈنڈے کا سہارا لیں گے تو اس سے رٹے کا نظام متعارف ہو گا۔ ملک حسن اختر ہمارے تعلیمی اداروں میں نظم وضبط کے نہ ہونے کی بڑی وجہ سیاسی تنظیموں میں طلبا کی شمولیت کو قرار دیتے ہیں۔ مختلف سیاسی جماعتیں انھیں اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ اساتذہ بھی ایسے بچوں سے ڈرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مضامین کے انتخاب میں بچے غلطی کر لیتے ہیں جس کا خمیازہ انھیں مطالعے کے دوران بھگتنا پڑتا ہے۔ ہمارے ملک میں میڈیا غیر نصابی سرگرمیوں کی طرف توجہ دینے کی بجائے سنسنی خیزی کو فروغ دیتا ہے۔ ملک حسن اختر کے خیال میں بچے غیر نصابی سرگرمیوں کا حصہ نہیں بنتے کیوں یہاں بھی صرف چند چہیتے کھلاڑیوں کو نوازا جاتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں نظم وضبط کو فروغ دینے میں خوش گوار ماحول کا موجود ہونا بہت ضروری ہے۔

ملک حسن اختر ایسے تعلیمی نظام کے سخت مخالف ہیں جس میں اساتذہ ہر وقت خوف میں مبتلا رہتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے واقعات پر انھیں ٹوکا جاتا ہے۔ اگلے باب میں "ذہنی اور جسمانی صحت" کے بارے میں تفصیلات فراہم کی گئی ہیں۔ جب تک بچے کی ذہنی اور جسمانی صحت بہتر نہیں ہو گی وہ تعلیم میں دل چسپی نہیں لے سکے گا۔ ملک حسن اختر اس باب میں حکومت کے لیے تجاویز پیش کرتے ہیں کہ ملک میں بچوں کے لیے علیحدہ شفاخانے قائم ہونے چاہئیں۔ کیوں کہ اس وقت ملک میں جو ہسپتال موجود ہیں وہاں اتنا زیادہ رش ہوتا ہے کہ بچے کا علاج صحیح طرح سے نہیں ہوتا ہے۔ اساتذہ بھی ایسے شفاخانوں کا رخ نہیں کرتے اس سے وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔ اُن کے خیال میں اساتذہ کو چاہیے کہ وہ ان بچوں کو شفاخانوں میں لے کر جائیں جنھیں دیکھنے اور سننے کے مسائل درکار ہوتے ہیں۔ ملک حسن اختر اساتذہ کی ذمہ داریوں اور ماہر نفسیات کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

"چونکہ ہمارے تعلیمی ملک میں تعلیمی شفاخانے موجود نہیں ہیں اور ماہر نفسیات کی خدمات بھی آسانی سے حاصل نہیں کی جاسکتی ہیں۔ اس لیے اساتذہ کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ لہٰذا حکومت کا فرض ہے کہ اچھے اساتذہ مہیا کرے۔" ۸

اچھے اساتذہ بھرتی ہونے سے بچوں میں بری عادات کا سراغ لگانے میں آسانی رہتی ہے۔ لہٰذا ملک حسن اختر کھیل کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے ساتھ حکومت سے تعاون کی بھی اپیل کرتے ہیں۔

آٹھواں باب "تعلیمی انحطاط کا مسئلہ" کے عنوان سے ہے۔ اس باب کے شروع میں مصنف ایک بار پھر داخلی اور خارجی تعلیمی نظام کو ضد خیال کرتے ہیں۔ خارجی پہلو میں وہ سب سے پہلے امتحانی نتائج کی طرف ہماری توجہ مرکوز کرواتے ہیں۔ امتحانی نتائج ان کے نزدیک خوف کی حد کو پار کر گیا ہے۔ اس باب میں وہ امتحانی نظام کی تاریخ کو بھی بیان کرتے ہیں اور اب تک جو نتائج آچکے ہیں ان کو سامنے لاتے ہیں۔ ان نتائج میں آرٹس گروپ سب سے نیچے ہے۔ اس کی بڑی وجہ وہ انگریزی زبان کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں اگر انگریزی کو نصاب میں اختیاری مضمون کے طور پر شامل کر دیا جائے تو نتائج میں بہتری آجائے گی۔ ملک حسن اختر کی طرح ڈاکٹر محمد امین بھی انگریزی کو رکاوٹ قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"کم شرح خواندگی کی ایک اور بڑی وجہ انگریزی زبان سے اس وقت ہمارے ہاں میٹرک میں انگریزی لازمی ہے۔ اور میٹرک میں فیل ہونے والوں کی بڑی تعداد ان طلبہ کی ہے جو انگریزی میں فیل ہوتے ہیں۔" ۹

ملک حسن اختر خراب نتائج کا ذمے دار کالج امتحانات کو بھی سمجھتے ہیں۔ ان میں معیار کی کمی نظر آتی ہے۔ دوسری طرف پروفیسر صاحبان اور پرنسپل کی بے بسی بھی امتحانی نظام کو کمزور کر رہی ہے۔ یہ تمام اساتذہ کالج میں ہونے والے ہنگاموں سے ڈرتے ہیں۔ بچوں میں تعلیم سے دوری کی ایک بڑی وجہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن ہے۔ ملک حسن اختر میڈیا کے منفی کردار کو بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اساتذہ کو تحقیق و جستجو کی طرف راغب کرنا چاہتے ہیں۔ ملکی تعلیمی نظام کا وہ دیگر ملکوں کے تعلیمی نظام سے موازنہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دوسرے ممالک میں بچوں میں مطالعہ کی عادت کو پروان چڑھایا جاتا ہے جس سے ان میں سوچنے کا مادہ جنم لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے بچے مستقبل میں فلسفے اور سائنس کی دنیا میں اپنا نام روشن کرتے ہیں۔ پڑھانے کا فرسودہ طریقہ انھیں ناپسند ہے۔ کیوں کہ اس سے بچے میں ذوق کی تربیت نہیں ہو پاتی۔ باب کے آخر میں ملک حسن اختر تعلیمی انحطاط سے نجات کے لیے اچھے استاد کی تقرری کے خواہاں ہیں لیکن ایسے اساتذہ کے لیے تعلیمی ماحول کو خوش گوار بنانا ایک لازمی امر ہے۔

ملک حسن اختر اساتذہ اور تعلیمی نظام کے لیے ایک تجویز یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ اساتذہ کی حوصلہ افزائی زیادہ سے زیادہ کی جائے تاکہ لوگ اس پیشے کی طرف آجائیں۔ عصر حاضر میں لوگ اس پیشے سے متنفر ہو چکے ہیں کیوں کہ ہمارے ہاں اساتذہ کی قدر نہیں کی جاتی۔ مزید برآں وہ اساتذہ کے لیے اچھی لائبریری اور باعزت ٹھکانے کے قائل نظر آتے ہیں۔

آخری باب اساتذہ کی اہمیت، کردار اور تعلیم سے متعلق ہے۔ ملک حسن اختر نظامِ تعلیم میں استاد کو سب سے اہم ستون قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں اساتذہ کی حیثیت ایسے فن کار کی ہے جو معاشرے میں اچھے شہری تخلیق کرتے ہیں۔ انسانی کردار کی تکمیل انھیں کی بہ دولت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے دیگر افراد کی نسبت ان کا کردار لائق تحسین ہے۔ تعلیم کے بارے میں وہ افلاطون کے مثالی ریاست میں رائج وزارت تعلیم کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ انگریزی دور کے رائج کردہ تعلیمی نظام کی وہ بار بار خامیاں بیان کرتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک ایسے تعلیمی نظام کا مقصد صرف کلرک پیدا کرنا یا نچلے درجے کی انتظامیہ تخلیق کرنا ہے۔ انگریزی نظام کی سب سے بڑی خامی اچھے انسان پیدا کرنے کی بجائے اچھے محکوم پیدا کرنا تھا۔ اسی وجہ سے اس نظام میں استاد کا درجہ سب سے کم ہے۔ اساتذہ کو بالائے طاق رکھ کر زیادہ اہمیت بااثر طبقے کو دی جاتی ہے۔ نصاب کی بار بار تبدیلی بھی ہمارے نظام تعلیم میں بہتری کے لیے ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ملک حسن اختر ہماری توجہ ایوب خان کے اس دور کی طرف مرکوز کرواتے ہیں جس میں طلبہ نے حکومت کو تہہ و بالا کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسی روز سے استاد کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ بااثر طبقے اور سیاست دان اساتذہ کی انجمنوں سے تو رابطہ کر لیتے ہیں مگر اساتذہ کا کوئی بھی پرسان حال نہیں ہوتا۔ ملک حسن اختر کے نزدیک اساتذہ کو ہمارے ملک میں ایک بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔ سب سے ابتر حالت اس پرائمری استاد کی ہے جس کے پاس ایک کمرہ اور پانچ جماعتیں ہیں۔ ملک حسن اختر اسے سراسر ناانصافی قرار دیتے ہیں کیوں کہ جو استاد پرائمری جماعتوں کے لے مقرر کیا جاتا ہے اس کی تعلیمی قابلیت بھی کم ہے۔ لہٰذا وہ اس اضافی بوجھ کے نیچے سے نہیں نکل سکتا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

مزید بر آں وہ اساتذہ کی محرومی ایک بڑی وجہ تنخواہ کو قرار دیتے ہیں۔ ایسے اساتذہ دیگر محکموں کی نسبت کم تنخواہوں پر پڑھاتے ہیں۔ اس افسوس ناک صورتِ حال سے مصنف بہت جلد چھٹکارا چاہتا ہے۔ وہ سکول کے اساتذہ کی تعلیمی قابلیت کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ اس کی ترقی کا بھی خواہاں ہے۔ ملک حسن اختر ایک پرائمری استاد کے لیے پانچ سال تک پرائمری حصے کو پڑھانے پر زور دیتے ہیں۔ اگلے پانچ سال وہ اسی استاد کو مڈل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک عشرے کے بعد وہ اس استاد سے نویں اور دسویں کا کام لینا چاہتے ہیں۔ مگر ان کے خیال میں سیکنڈری کلاسوں کو پڑھانے کے لیے اساتذہ کی تعلیمی قابلیت بی۔ اے، بی۔ ایڈ ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ جو اساتذہ ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کر لیں انھیں وہ کالج میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسے اساتذہ نا صرف علم کی تحصیل کو آگے بڑھائیں گے بل کہ ان میں سے احساس کم تری کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ جو اساتذہ سکول سے وابستہ ہوں گے انھیں ایک خاص عرصے کے بعد ہیڈ ماسٹر متعین کیا جائے۔ ملک حسن اختر تعلیمی نظام کی بد عنوانیوں کا ذکر بڑے موثر انداز میں کرتے ہیں۔ وہ اس بات کا انکشاف کرتے ہیں کہ اساتذہ اپنا تبادلہ کروانے کے بارے میں بھی خود مختار نہیں ہیں۔ ایسے اساتذہ بااثر آفیسر کے زیر نگیں ہو جاتے ہیں۔ اساتذہ کے انتخاب اور تربیت کے بارے میں وہ اپنی رائے یوں بیان کرتے ہیں۔

"بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے اساتذہ کو منتخب کر لیا جائے اور پھر انھیں تربیتی اداروں میں بھیجا جائے۔" 10

ان کے نزدیک کالج اور یونیورسٹی میں منتخب ہونے والے اساتذہ کا طریقہ سراسر غلط ہے۔ ایسے تمام لوگوں کی تعلیمی قابلیت ایم۔ اے ہے۔ مگر پبلک سروس کمیشن والے دس پندرہ منٹ کے انٹرویو کے بعد ان کے مستقبل پر مہر لگا دیتے ہیں۔ اسی دوران ایسے افراد کو منتخب کر لیا جاتا ہے جن کے ہاں خطابت کا مادہ کم موجود ہوتا ہے۔ ملک حسن اختر خطابت کو لیکچرار کا اولین وصف قرار دیتے ہیں کیوں کہ لیکچرار سے مراد ہی خطیب ہے۔ انٹرویو کے دوران کمیشن کے ممبران محکمہ تعلیم سے ایک ماہر تعلیم کو بلا لیتے ہیں۔ یہ ماہر تعلیم بھی خطابت کے فن سے آشنا نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ کالج میں بھرتی ہونے والے دیگر اساتذہ کا بھی ذکر کرتے ہیں جن کا انٹرویو بھی بالکل معیار کے مطابق نہیں ہوتا۔ دوسری بڑی ناانصافی یونیورسٹی اور کالج کے اساتذہ کے درمیان گریڈ کا فرق ہے۔ ملک حسن اختر ان اساتذہ کے درمیان فرق کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یونیورسٹی کے اساتذہ میں بڑی تعداد ان اساتذہ کی ہے جو سفارش کا سہارا لے کر وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ملک حسن اختر اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ اساتذہ کو انٹرویو کی بنیاد پر بھرتی کرنے کی بجائے خطابت کی مشق سے گزارنا چاہیے۔ ایسے اساتذہ کے لیے وہ سات دن کی تربیت کو لازمی قرار دیتے ہیں تاکہ ایسے اساتذہ سامنے آجائیں جو خطابت میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہمارے ہاں تعلیمی معیار کی پستی کی ایک بڑی وجہ اساتذہ کی ترقی سے منسوب ہے۔ کافی سال گزر جانے کے بعد بھی اساتذہ اُسی گریڈ میں ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اساتذہ کے علیحدہ بیٹھنے اور کام کرنے کے لیے الگ کمرے کا انتظام ہونا چاہیے۔

کالج اساتذہ کی ترقی کے لیے وہ تحقیق سے ان کا رشتہ استوار کرنا چاہتے ہیں۔ ایسا استاد جو پانچ سال کے دوران ایک بھی تصنیف کا مالک نہ بن سکے اس کی ترقی روک دینی چاہیے پروفیسر کے گریڈ کے لیے وہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی شرط تجویز کرتے ہیں۔ ملک حسن اختر اساتذہ کی ترقی کے بارے میں ایک رائے یہ بھی دیتے ہیں کہ جو اساتذہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر لیں انھیں تنخواہ کے ساتھ دو اضافی ترقیوں سے بھی نوازا جائے۔ اس سے ملک میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کا جذبہ پروان چڑھے گا۔ ان کے خیال میں جب تک اساتذہ تحقیق و تالیف کی طرف راغب نہیں ہوں گے اس وقت تک وہ اپنے فرائض منصبی صحیح طریقے سے ادا نہیں کر سکیں گے۔

ملک حسن اختر کی کتاب "تعلیم کا فن" کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب تعلیمی مسائل اجاگر کرنے کے علاوہ ان کے حل کے بارے میں بھی اہم تجاویز پیش کرتی ہے۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ مصنف اس کتاب کے مقاصد میں کافی حد تک کام یاب رہے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، تعلیم کا فن، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۹

۲۔ ایضاً، ص ۲۲

۳۔ ایضاً، ص ۵۲

۴۔ ایضاً، ص ۳۳

۵۔ ایضاً، ص ۲۴

۶۔ ایضاً، ص ۴۷

۷۔ ایضاً، ص ۷۹

۸۔ محمد امین، ڈاکٹر، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ادارہ مطبوعات طلبہ، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۴۵

۹۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، تعلیم کا فن، ص ۱۱۸

۱۰۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، ہمارے کتب خانے، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۷۸ء، ص ۳۱